اصول الفلاح

یعنی

کامیابی کا راستہ

شیخ المشایخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

یعنی

کامیابی کا راستہ

شیخ المشائخ محی السُّنّہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضروری تفصیل

وعظ	: اُصول الفلاح
واعظ	: شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مقام	: خیر المدارس خیر انٹر کالج
مرتب	: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد افضال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
تاریخ اشاعت	: ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ
زیرِ اہتمام	: شعبہ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
	پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051
	ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے شایع ہونے والی شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں اور مواعظ کی پروف ریڈنگ اور طباعت معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرواشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین فن دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عرضِ مرتب

باسمہٖ تعالیٰ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا، أَمَّا بَعْدُ

اُصول الفلاح یہ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا ایک وعظ ہے جو کہ خیر المدارس خیر انٹر کالج شہر بستی کے جلسے میں ہوا۔ جس کا موضوع ہے فلاح وکامیابی کے بنیادی اُصول وضوابط اور یہ انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے کیوں کہ ہر انسان کی یہی خواہش ہے کہ اس کو فلاح وکامیابی ملے۔

ظاہر ہے کہ انسان کی فطری خواہش کی تکمیل جب ہی ہوسکتی ہے جب وہ فلاح وکامیابی جس کے قبضے وقدرت میں ہے اس کے بتلائے ہوئے قوانین وہدایات پر عمل کرے لیکن یہ عجیب اور بڑی عجیب بات ہے کہ آج معاملہ بالکل اس کے برعکس ہورہا ہے کہ ہر شخص نے اپنی پسند اور خواہش کے مطابق اپنے لیے راستہ تجویز کرلیا ہے۔ اس پر چل کر کامیابی کی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے، حالاں کہ یہ طریقۂ کار ایسا ہے کہ صبحِ قیامت تک یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ بجائے کامیابی کے ناکامی، بجائے فلاح کے خُسران، بجائے عزّت کے ذلت سے دوچار ہورہی ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم نے اس وعظ میں بڑے مدلل انداز سے اس بنیادی غلطی کو اور فلاح وکامیابی کے اس اُصول کو واضح فرمایا ہے۔ ہم اس کو مرتّب کرکے حضرت والا مدظلہٗ کی نظرِ ثانی واجازت سے شایع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ حق تعالیٰ اُمّتِ مسلمہ کو آپ کے فیوض سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

والسلام

محمّد افضال الرحمٰن

اشرف المدارس، ہردوئی، یو۔پی، ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

اُصول الفلاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ[1]

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہ کو بھی (چھوڑ دو) بلاشبہ جو لوگ گناہ کررہے ہیں اُن کو اُن کے کیے ہوئے کی عن قریب سزا ملے گی۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ[3]

---

[1] الانعام:۱۲۰

[2] جامع الترمذی:۲/۹۷، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ایچ ایم سعید

[3] موطأ امام مالک:۱/۷۰۲، مکتبۃ نور محمد

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے ہر گز گمراہ نہیں ہو سکتے، وہ کتاب اللہ اور سُنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

اس وقت ایک آیتِ کریمہ کی تلاوت کی ہے اور دو حدیثِ پاک پڑھی ہیں، اس سلسلے میں تین باتیں عرض کرنی ہیں اور ہر بات مختصر طور پر ہی عرض کروں گا۔

ہر انسان کامیابی چاہتا ہے

پہلی بات تو یہ ہے کہ جو آیتِ کریمہ پڑھی گئی ہے اس میں ایسے اہم مضمون کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جس کی پابندی پر فلاح وکامیابی موقوف ہے اور ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ مجھ کو کامیابی ملے۔ کسی سے بھی پوچھیے کہ عزّت چاہتے ہو یا ذلت، راحت چاہتے ہو یا مصیبت؟ کون کہے گا کہ میں ذلت اور مصیبت چاہتا ہوں، بلکہ ہر انسان اس (یعنی عزت وراحت) کا خواہش مند ہے تو جو اس وقت جلسہ میں تشریف فرما ہیں وہ بھی انسان ہیں، مؤمنین اور صالحین میں سے ہیں وہ تو بدرجۂ اَولیٰ اس کی خواہش کریں گے۔

کامیابی کا بنیادی اُصول

اس کے لیے پہلے بنیادی طور پر ایک اُصول کا سمجھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص کسی ادارہ یا انجمن اور سرکاری محکمہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ذمہ دو کام سُپرد کیے جاتے ہیں: ایک تو کام اور ڈیوٹی، دوسرے ہیئتِ ڈیوٹی۔ جس کا دوسرا نام ہے وردی۔ مثال کے طور پر پولیس کے محکمہ کو لے لیجیے اور ڈاک خانہ کے محکمہ کو لے لیجیے، آپ کو معلوم ہے کہ جو شخص ان محکموں میں ملازم ہوتا ہے تو اس کے ذمہ ایک تو ڈیوٹی ہوتی ہے پھر اسی کے ساتھ ساتھ وردی بھی ضروری ہوتی ہے، اب اگر کوئی محکمۂ پولیس میں داخل ہونا چاہتا ہے تو دونوں باتوں کی پابندی کرنا ہو گی، ڈیوٹی کی بھی اور وردی کی بھی۔ اگر کوئی پولیس مین یا پوسٹ مین وردی کی تو پابندی کرے مگر ڈیوٹی کی پابندی نہ کرے کہ وردی پہن کر آجاتا ہے لیکن کام انجام نہیں دیتا ہے تو کیا ایسا شخص کامیاب ہو سکتا ہے؟ اور اس کو تنخواہ لینا چاہیے؟ نہیں! بلکہ ایک ہی دن میں

معطّل کر دیا جائے گا کہ تم وردی پہن کر تنخواہ لینا چاہتے ہو۔ اور اگر کوئی شخص اس کے بر عکس کرے کہ ڈیوٹی تو سرانجام دے لیکن وردی نہ پہنے تو کیا یہ معتوب نہ ہو گا؟ ڈیوٹی تو انجام دے رہا ہے لیکن وردی کی پابندی نہیں کر رہا ہے تو کیا ایسا شخص فلاح پائے گا؟ نہیں پائے گا۔ اگر ایک پولیس آفیسر دورہ کرتا ہوا چوراہے پر پہنچے، وہاں دیکھے کہ ایک شخص سادے لباس میں کھڑا ہوا ہے، اس نے کہا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ سپاہی ہوں اور یہ میرا نام وپتا ہے اور یہ نمبر میرا ہے۔ اب حاکم نے کہا: اچھا سپاہی ہو تم، تمہاری وردی کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ صاحب وردی کی کیا ضرورت ہے؟ ڈیوٹی تو میں انجام دیتا ہوں وردی تو ڈیوٹی انجام نہیں دیتی۔ بتلایئے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ یہی تو کہ گستاخ ہے، بے ادب ہے، اس کو فوراً معطّل کر دیا جائے گا، کیوں کہ وردی نہیں ہے، اگر چہ ڈیوٹی انجام دے رہا ہے، تو معلوم ہوا کہ وردی بھی ضروری ہے خالی ڈیوٹی کافی نہیں ہے، یہ تو میں نے ایک عام بات کہی ہے۔ کسی مسجد کے امام صاحب جمعہ کے دن عین وقت پر خطبہ کے لیے تشریف لائیں اس حالت میں کہ صرف پائجامہ پہنے ہوں، کُرتا بھی غائب، ٹوپی بھی غائب تو جیسے ہی مسجد کے اندر قدم رکھیں گے تو لوگ کہیں گے کہ خدا خیر کرے، اب کسی نے فلاں صاحب کو آواز دی کہ ارے بھائی! دیکھو ڈاکٹر صاحب ہیں کہ نہیں؟ اِتنا سنتے ہی امام صاحب کہتے ہیں کہ ارے بھائی! ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے! کیا میرا دماغ خراب ہے؟ میں تو بالکل ٹھیک ہوں، میں آج اس حالت میں اس لیے آیا ہوں کہ مسئلہ بتادوں کہ اس طرح بھی نماز ہو جاتی ہے، تو ان کی اس معقول بات پر کوئی توجہ نہ دے گا بلکہ یہی کہیں گے کہ ارے بھائی لے جاؤ فلاں ڈاکٹر کے پاس۔ اگر چہ امام صاحب بار بار کہیں کہ میں بیمار نہیں ہوں بالکل ٹھیک ہوں، پھر بھی اُن کی بات کوئی نہیں مانے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ امام صاحب کی وردی جیسی چاہیے ویسی نہیں ہے اور اگر اُلٹا پائجامہ پہن لیں یا اُلٹا کُرتا پہن کر آئیں اور اُلٹی ٹوپی اوڑھ کر آئیں تو بھی لوگ مصلے پر نہیں جانے دیں گے، کیوں؟ اِس لیے کہ جو وردی امام کے لیے چاہیے اس وردی کی پابندی نہیں ہے۔

یونیفارم کا مقصد کیا ہے؟

یہاں ایک بات اور سنیے، وہ یہ کہ یونیفارم کا مقصد کیا ہے اور کیوں ضروری ہے؟

بات اصل یہ ہے کہ یہ پہچان کے لیے ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا فلاں سے تعلق ہے، تعارف کی ضرورت نہیں رہتی، یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نے اپنا مخصوص یونیفارم مقرر کیا ہے کہ اس کو دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے، پولیس والے کے تعارف کی ضرورت نہیں پڑتی، فوجی کے تعارف کی ضرورت نہیں پڑتی، ہر ایک کو دور سے دیکھ کر پہچان لیتے ہیں۔ یہودیوں کے تعارف کی ضرورت نہیں پڑتی، انگریزوں کے تعارف کی ضرورت نہیں پڑتی، ہر ایک کو اس کی وردی اور خصوصی علامت کے ذریعے پہچان لیا جاتا ہے۔

تکمیلِ اسلام کا تقاضا

اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اسلام جو کامل و مکمل مذہب ہے جس کی تکمیل کے لیے ارشادِ ربّانی ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا[۱]

آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔

تو کیا اسلام نے مسلمانوں کی پہچان اور ان کے امتیازی تشخص کے لیے کوئی وردی مقرر نہیں کی ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ نہیں کی ہے تو آیتِ کریمہ کے خلاف ہوا اور اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ! دین ناقص اور نا مکمل ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے، اِسلام نے ہر چیز کے متعلق اُصول و ہدایات بتلائیں اور زندگی کا کوئی معاملہ یا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا کہ اس کے متعلق احکامات نہ دیے ہوں، لیکن آج اُمتِ مسلمہ نے اپنی وردی سے غفلت برتی ہے، اس کی تباہی کا باعث یہ ہے کہ اس نے وردی کو چھوڑ رکھا ہے، اُمّتِ مسلمہ ڈیوٹیوں اور ذمہ داریوں کی پابندی کرتی ہے لیکن وردی سے غفلت ہے، وردی کی اہمیت نہیں ہے، ایسے موقعوں پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ باطن ٹھیک ہونا چاہیے ظاہر کیسا بھی ہو۔ ایسا نہیں ہے، یہ

[۱] المآئدۃ:۳

غلطی کی بات ہے، بلکہ ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ باطن کی درستگی کے ساتھ ساتھ اس کا ظاہر بھی شریعت کے موافق ہو۔

لباسِ شرعی کی حَد کیا ہے؟

وردی کا تعلق بھی ظاہر کے ساتھ ہے،اس کا شریعت کے موافق ہونا ضروری ہے، ورنہ اس پر مواخذہ ہو گا، پکڑ ہو گی۔ اس وقت زیادہ نہیں مختصر طور پر اس کے متعلق چند باتیں عرض کروں گا کہ اسلام نے جو وردی مقرر کی ہے ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اوپر سے جو لباس نیچے کی طرف پہنا جائے، کُرتا ہو، یا پائجامہ ہو، لنگی ہو یا قبا ہو اس کی حد یہ ہے کہ وہ ٹخنے سے اوپر ہونا چاہیے، ٹخنے کُھلے ہونے چاہئیں، اگر ٹخنے سے نیچے پہن لیا تو اس پر نظرِ رحمت نہ ہو گی۔ سَرورِ عَالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ وَالْقَمِیْصِ وَالْعِمَامَۃِ مَنْ جَرَّ مِنْھَا شَیْئًا خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ[۵]

اسبال، ازار، کُرتا، عمامہ سب میں ہے، تکبر کی وجہ سے جو کوئی ان میں سے کسی چیز کو لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر نظرِ کرم نہ فرمائیں گے۔ اس پر ہم خفا ہو جائیں گے، ناراض ہو جائیں گے۔ شب براءت میں جہاں بے شمار مخلوق کی مغفرت ہوتی ہے وہاں جو ٹخنے ڈھانکنے والا ہے اس کی مغفرت نہیں ہوتی جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ اس کو معمولی سمجھ لیا ہے۔ بہت سے لوگ نماز کے وقت پائجامہ اونچا کر لیتے ہیں، ٹخنے کھول لیتے ہیں، حالاں کہ یہ حکم صرف نماز کے وقت کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اونچا رکھنے کا حکم ہے، چناں چہ فرمایا گیا:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِی النَّارِ[۶]

جو حصّہ ٹخنوں سے نیچے ازار سے چھپا ہو گا وہ جہنم میں جائے گا۔

بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ عرب کا کرتا لمبا ہوتا ہے، اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس سے ٹخنے چھپ

---

۵ کنزالعمال:۱۵/۳۱۱(۴۱۱۶۷)،مؤسسۃ الرسالۃ

۶ صحیح البخاری:۲/۸۶۱(۵۸۰۶)،باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار،المکتبۃ المظھریۃ

جاتے ہیں، تو بات یہ ہے کہ ان کا یہ عمل حجتِ شرعی نہیں ہے بلکہ ان کی غلطی ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی عرب نماز نہ پڑھے تو اس کی غلطی ہے، اب اگر کوئی کہے چوں کہ وہ عرب ہو کر نماز نہیں پڑھتے لہٰذا ہم بھی نہیں پڑھیں گے تو یہ غلطی کی بات ہے۔ ایسے ہی کوئی عرب کرتا لمبا کرے تو یہ حرام ہے، جُرم ہے، بس شریعت نے جو حد مقرر کی ہے اس کی پابندی لازمی ہے اور ضروری ہے۔ وہی کرفیو والی بات کہ حد سے آگے بڑھا تو مجرم ہو جائے گا، قانون توڑنے والا سمجھا جائے گا۔ اس لیے اس کی پابندی ضروری ہے، فقہاء نے اس کو بیان کیا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْاِزَارُ فَوْقَ الْکَعْبَیْنِ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ وَھٰذَا فِیْ حَقِّ الرِّجَالِ[۴]

مناسب ہے کہ تہبند (پائجامہ، کرتا وغیرہ) ٹخنوں سے اوپر نصف ساق تک ہو اور یہ حکم مردوں کے لیے ہے۔

یہ معمولی چیز نہیں ہے۔ آج اس کی طرف بے توجہی ہے۔ لباس کے سلسلے میں ایک بات بتلادی گئی۔

سر کے بالوں کا شرعی حکم

اب معاملہ بالوں کا ہے۔ کوئی شخص بالوں کو دیکھ کر، سر کو دیکھ کر کیسے پہچانے کہ یہ مسلمان ہے، اس کے لیے بھی شریعت میں حکم ہے کہ بال کیسے ہونے چاہئیں؟ ہر معاملے کے لیے حکم ہے، اسی کے موافق معاملہ کرے، اپنی من مانی اور خواہش کے مطابق نہ کرے۔ چناں چہ بالوں کے تین طریقے ہیں: ایک طریقہ یہ ہے کہ بال رکھنے کا جی چاہتا ہے تو بال رکھو، لیکن یہ کہ کتنا بڑھائے اس کی بھی حد ہے، یہ نہیں کہ جتنا جی چاہے بڑھاتا چلا جائے، ایک زمانہ تھا کہ انگریزوں نے بالوں کے لیے ایک ہیئت نکالی تھی، اس میں تو بال ایک حد پر جا کر رُک جاتے تھے، کاٹ دیے جاتے تھے، لیکن اب لوگ کہتے ہیں کہ نہیں، بڑھانے چاہئیں، بڑھاتے چلے جاتے ہیں، معلوم نہیں کب سمجھ میں آئے گا، ٹھیک ہے اگر بال بڑھانے کا شوق ہے تو بڑھاؤ، رکھو، مگر اس کی جو حد ہے اس کی پابندی کرو، اس کی حد یہ ہے کہ کان کی لو اور اس کے

---

[۴] الفتاوی الهندية:۵/۳۳۳، الطبعة الثانية بالمطبعة الكبرىٰ الاهيرية ببولاق المحمية

نرمہ تک رکھے یا اِس سے کسی قدر نیچے تک پُورے سر پر بال رکھے جس کو کہتے ہیں پٹھے رکھنا، اور یہ مسنون بھی ہے۔ دوسرا طریقہ ہے استرا چلالو، پورا سر منڈا دو، یہ بھی سُنّت ہے۔

اِنَّ السُّنَّةَ فِیْ شَعْرِ الرَّأْسِ اِمَّا الْفَرْقُ وَاِمَّا الْحَلْقُ[۸]

سر کے بالوں میں سُنّت یہ ہے کہ پٹھے رکھے یا منڈوائے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بال رکھنا چاہتے ہو تو اس طرح بھی رکھ سکتے ہو، اس پر قینچی یا مشین چلالو، اس میں یہ ضروری ہے کہ بالوں میں مساوات ہونا چاہیے، سر کے تمام بال مساوی طور پر کتروانا چاہیے، چھوٹے بڑے نہیں ہونا چاہیے، یہ تین طریقے ہیں۔ آگے لوگوں نے جو نئے نئے طریقے نکال رکھے ہیں اب اُن کے لیے خود ہی فیصلہ کرلو کہ شرعی اعتبار سے ان کا کیا حکم ہے۔ آج عجیب معاملہ ہورہا ہے جس طرح چاہتے ہیں بال رکھتے ہیں، کسی کو دیکھ لیا اسی کی نقل شروع کردی اور دیکھا دیکھی وہ سلسلہ چل پڑا۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ پہلے اس کا حکم معلوم کرلو پھر اس کے موافق معاملہ کرو۔

مونچھوں کا مسنون طریقہ

اس کے بعد تیسری چیز ہے مونچھیں، اس سے بھی مسلمان کی پہچان ہوتی ہے بعضوں کے سروں پر بال ہی نہیں نکلتے، تو اس کو مونچھوں کے ذریعے پہچان لیا جائے گا کہ یہ مسلمان ہے، حکم ہے کہ اس کو باریک کرو:

اَحْفُوا الشَّوَارِبَ[۹]

مونچھوں کے بال کاٹ کر کم کرو۔ جتنا ہوسکے اس کو باریک کرو۔ مشین بھی چلاسکتے ہو اس کے اُوپر، قینچی بھی چلاسکتے ہو۔ مونچھوں کے سلسلے میں احادیث میں جو الفاظ ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو باریک کرنا چاہیے اور اس میں مبالغہ بھی کرنا چاہیے، اس کی کئی صورتیں ہیں جو فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔

---

[۸] الفتاوی الهندية: ۵/۳۵۷، الطبعة الثانية بالمطبعة الكبرىٰ الاهيرية ببولاق المحمية

[۹] صحيح البخاری: ۲/۸۷۵ (۵۹۱۳)، باب تقليم الاظفار، المكتبة المظهرية

مونچھیں اتنی کاٹ لی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے:

اَلْقَصُّ مِنْهُ حَتّٰی یُوَازِیَ الْحَرْفَ مِنَ الشَّفَةِ الْعُلْیَا فَسُنَّةٌ بِالْاِجْمَاعِ[۱۰]

مونچھیں اس طرح کترنا کہ اوپر والے ہونٹ کے اوپر کنارے کے برابر ہو جائے یہ بالاجماع سُنّت ہے۔

مونچھیں اتنی کاٹیں کہ بھنوؤں کی طرح ہو جائیں:

یَنْبَغِیْ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّأْخُذَ مِنْ شَارِبِهٖ حَتّٰی یَصِیْرَ مِثْلَ الْحَاجِبِ[۱۱]

مرد کے لیے مناسب یہ ہے کہ مونچھوں کو اس طرح کاٹے کہ وہ بھنوؤں کی طرح ہو جائیں۔

مونچھیں اتنی باریک کی جائیں کہ بالکل پست کر دی جائیں۔

فَکُلُّ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْمَطْلُوْبَ الْمُبَالَغَةُ فِی الْاِزَالَةِ[۱۲]

یہ سب پانچوں الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ مقصود بالوں کے دُور کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔

داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کی مِقدار

مونچھوں کے بعد داڑھی کا نمبر ہے، یہ بھی اسلامی وردی اور اسلامی وضع قطع میں سے ہے، ضروریات میں سے ہے۔ داڑھی کہتے ہیں ان بالوں کو جو رخسار اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں:

اَللِّحْیَةُ اِسْمٌ لِّجَمْعٍ مِّنَ الشَّعْرِ مَا نَبَتَ عَلَی الْخَدَّیْنِ وَالذَّقَنِ[۱۳]

داڑھی ان بالوں کے مجموعے کو کہتے ہیں جو کہ دونوں رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں۔

داڑھی داڑھ سے شروع ہوتی ہے، عربی میں لحیٰ اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت ہوتے ہیں:

اَللَّحْیُ الْعَظْمُ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْاَسْنَانُ[۱۴]

وہ ہڈی جس پر دانت ہوتے ہیں۔

---

[۱۰] حاشیة ابن العابدین (ردالمحتار) ۶/۴۰۷، کتاب الصلٰوة، دار الفکر، بیروت

[۱۱] الفتاوی الهندیة: ۵/۳۵۸، الطبعة الثانیة بالمطبعة الکبرٰی الاهیریة ببولاق المحمیة

[۱۲] فتح الباری: ۱۰/۳۴۷، باب قص الشارب، دار المعرفة، بیروت

[۱۳] مجمع بحار الانوار: ۴/۴۷۸ (لفظ "لحی")، مجلس دائرة المعارف العثمانیة

[۱۴] عمدة القاری: ۵/۴۴۷، باب رفع البصر الی الامام فی الصلٰوة، دار الکتب العلمیة، بیروت

چوں کہ داڑھی اس ہڈی پر نکلتی ہے جس کی وجہ سے اس کو داڑھی کہتے ہیں۔ داڑھی کا حکم یہیں سے ہو گا کہ کنپٹی کے نیچے جو ہڈی اُبھری ہُوئی ہے وہاں سے داڑھی شروع ہوتی ہے، اس ہڈی پر جو بال ہیں ان کو کٹوانا یا منڈوانا جائز نہیں، اس کے لیے حکم ہے کہ اس کو بڑھاؤ۔ وَفِّرُوا اللِّحیٰ[۱۵] داڑھیاں خوب بڑھاؤ۔ یہ سرکاری سبزہ ہے، اپنی رائے سے اس میں کچھ کمی نہ کرے اس کو بڑھنے دو، لیکن اس کی بھی ایک حد ہے، جب اس حد پر پہنچ جائے تو اس کے بعد قینچی اس پر چل سکتی ہے، شریعت نے ہر ایک کی حد مقرر کی ہے اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ میں نے بمبئی کے اندر جب یہ بات بیان کی، تو ایک صاحب نے کہا کہ حدیث کے اندر آیا ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور آپ نے ایک مٹھی کی حد کہاں سے مقرر کر دی؟ اُن صاحب کو جب میں نے دیکھا تو ان کی داڑھی ناف سے نیچے تھی۔ بنگلور میں ایک صاحب ملے ان کی داڑھی گھٹنوں تک تھی، تو میں نے ان سے کہا کہ ہاں حد ہے، انہوں نے کہا کہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ حدیث میں آتا ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَأۡخُذُ مِنۡ لِحۡیَتِہٖ مِنۡ عَرۡضِھَا وَطُوۡلِھَا[۱۶]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کے طول و عرض سے بال لیا کرتے تھے۔

اب یہ کہ طول و عرض سے کتنا لیتے تھے؟ کتنا کاٹتے تھے؟ یہ کون بتلائے گا، یہ کیسے معلوم ہو گا؟ ظاہر ہے کہ اس کو وہی حضرات بتلا سکتے ہیں جنھوں نے آپ کے ارشادات کو سنا ہو، آپ کے عمل کو دیکھا ہو اور وہ ہیں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ان سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ شرعی داڑھی کی مقدار کیا ہے؟ کیوں کہ ان کی داڑھی اسی کے موافق تھیں اور دوسروں کو بھی اتنی ہی مقدار رکھنے کا حکم فرماتے تھے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

خُذُوۡا مَا تَحۡتَ الۡقُبۡضَةِ[۱۷]

مشت سے زائد جو بال ہیں ان کو کاٹو۔

---

[۱۵] صحیح البخاری: ۲/۸۷۵ (۵۹۱۳)، باب تقلیم الاظفار، المکتبة المظهرية

[۱۶] جامع الترمذی: ۲/۱۰۵، باب ما جاء فی الاخذ من اللحية، ایچ ایم سعید

[۱۷] غنية الطالبين: ۱/۱۴

اور حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معمول داڑھی کے سلسلے میں یہی تھا:

اِنَّہٗ کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ ثُمَّ یَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقُبْضَۃِ[۱۸]

اپنی داڑھی کو مٹھی میں بھر لیتے تھے، پھر اس مٹھی سے نچلا حصہ کاٹ دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا:

کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَیَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَۃِ[۱۹]

وہ داڑھی کو مٹھی میں لے کر جو اس سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے تھے۔

تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشاد اور ان کے عمل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ حضرات ایک مٹھی سے زائد بال کاٹتے تھے، تو یہ داڑھی کی حد ہوگئی۔ کبھی تو کہیں حد کی تعیین فعل سے ہوتی ہے اور کہیں قول سے ہوتی ہے، بہر حال داڑھی بڑھانے کی حد اور اس کی شرعی مقدار معین ہوگئی۔ اسی لیے علماء لکھتے ہیں کہ واجبات میں سے ہے داڑھی، شرعی داڑھی رکھنا واجبات میں سے ہے۔ جتنا ضروری وتر کی نماز ہے، جتنا ضروری عیدین کی نماز پڑھنا ہے اتنا ہی ضروری شرعی داڑھی رکھنا ہے، جتنا ضروری قربانی کرنا ہے اتنا ہی ضروری شرعی داڑھی رکھنا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

حلق کردن لحیہ حرام است وروشِ افرنج وہنود است، وگذاشتن آں بقدرِ قبضہ واجب است۔

داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ انگریزوں اور اہلِ ہنود کا طریقہ ہے اور ایک مشت کے بقدر داڑھی رکھنا واجب ہے۔

مسلمانوں کا ہر کام شرعی ہے اگر.....

میں نے شرعی اس لیے کہا کہ ایک صاحب کہنے لگے کہ یہ داڑھی بھی شرعی ہوتی ہے کیا؟ میں نے کہا کہ مسلمان کی ہر چیز شرعی ہے، تیس ۳۰ ؍ رمضان میں روزہ رکھنا فرض ہے، یہ تو شرعی ہوا اور پہلی تاریخ کو عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، یہ روزہ غیر شرعی ہے، فجر کی نماز

[۱۸] نصب الرایۃ لأحادیث الھدایۃ: ۴۵۸/۲ (۳۰۸۸)، مؤسسۃ الریان، بیروت

[۱۹] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱۲/۱۳ (۲۵۹۹۲)، باب ما قالوا فی الاخذ من اللحیۃ، مؤسسۃ علوم القرآن

نہیں پڑھ سکا، سورج نکلنے میں تین چار منٹ باقی ہیں تو دو رکعت نماز پڑھنا فرض ہے اور نماز شرعی ہوئی، جب سورج نکلنا شروع ہو جائے تو وہی نماز حرام ہو گئی، یہ غیر شرعی ہو گی۔ تو جو کام شریعت کے حدود کے اندر ہو تو وہ شرعی ہے اور اگر اس کے خلاف ہو جائے تو وہ غیر شرعی ہے۔

آپ کی جگہ پر کیسے کھڑا کر دیا جائے؟

میرے عزیزو! خود سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص شرعی داڑھی نہیں رکھتا اسے امام نہیں بنا سکتے، مؤذن نہیں بنا سکتے، اقامت کہنے کی اجازت نہیں ہے، موٹی سی بات ہے کہ کلکٹر صاحب کے چپراسی کے لیے شرائط ہوں، منصب صاحب کے چپراسی کے لیے شرائط ہوں اور اللہ تعالیٰ کے چپراسی کے لیے شرائط نہیں! اللہ کے دربار میں حاضر ہو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جگہ پر کھڑا ہو اور ان جیسی صورت نہ ہو کیا حال ہے؟ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑا ہو اور ان کی صورت کی نقل نہ کرے ایسے شخص کو کیسے ان کی جگہ پر کھڑا کر دیا جائے؟ کیا حال ہے ذرا سوچو تو! کدھر جا رہے ہو، کیا حال ہو رہا ہے! بہت سے لوگ داڑھی رکھتے ہیں سامنے سے ایک مٹھی رکھتے ہیں اور اِدھر اُدھر سے کم رکھتے ہیں، یہ کم علمی کی بات ہے، بلکہ جس طرح سامنے سے ایک مشت ہونا ضروری ہے اسی طرح اِدھر اُدھر سے بھی ایک مشت ہونا ضروری ہے، اس لیے داڑھی داڑھ سے ناپے اور وہ بھی اپنی مٹھی ہونا چاہیے نائی کی نہ ہونا چاہیے، کوئی نائی چھوٹا ہو پستہ قد ہو تو داڑھی بھی چھوٹی ہو جائے گی، اس لیے بتایا کہ یہ واجبات میں سے ہے، وردی سے اس کا بھی تعلق ہے، آج اُمتِ مسلمہ کے اکثر افراد اس سے غافل ہیں اس کی اہمیت سے غافل ہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ دلائی ہے اس کو بتلایا گیا ہے۔

بختیار اغیار بھی ہیں کر کے ان کو اختیار

ایک واقعہ داڑھی کا یاد آ گیا اس کو سنا دوں۔ بہت عرصہ ہوا صدق اخبار کے اندر نکلا تھا کہ سکھ برادری کے ایک سردار صاحب امریکہ جا کر وہاں کے باشندے ہو گئے تھے، ان کے لڑکے پڑھ پڑھا کر بڑے ہو گئے، جب اس قابل ہو گئے کہ کسی محکمہ میں ملازمت کر سکیں، تو انہوں نے فوج کی ملازمت کے لیے درخواست دی، تو جب افسر کے سامنے حاضر ہوئے تو

بڑے بال سر پر، بڑی داڑھی چہرے پر، تو افسر نے کہا کہ پہلے داڑھی صاف کراؤ، بال صاف کراؤ پھر درخواست پیش کرنا، بغیر اس کے درخواست منظور نہیں کی جائے گی۔ اب سنیے اس کی ہمت قابلِ داد ہے کہ وہ درخواست دیتا ہے صدرِ امریکہ کو کہ میں یہاں کا باشندہ ہوں، جی چاہتا ہے کہ ملک کی خدمت انجام دوں فوج میں رہ کر، فوج میں ملازمت کی درخواست دی، وہاں سے نامنظور ہو گئی اور مجھ کو اپنی مذہبی وضع چھوڑنا گوارا نہیں ہے اور اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوں کہ فوج کی خدمت کو چھوڑوں، لہٰذا مجھ کو فوج کی خدمت کی اجازت دی جائے، اسی مذہبی حالت میں رہتے ہوئے، سر کے بال بھی یوں ہی رہیں اور داڑھی بھی یوں ہی رہے۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ اگر مذہب کی پابندی کرنا ہے تو فوج کی ملازمت کو چھوڑو، یا یہ کہ فوج کی ملازمت کرنا ہے تو مذہب کو چھوڑو، مگر نہیں جذبہ ہے ہمّت ہے، خدمت بھی کرنا چاہتا ہے فوج کی، اس کا حاصل یہ ہوا کہ وہ امریکہ کے صدر سے یہ چاہتا ہے کہ اپنے قانون سے مجھے مستثنیٰ کرو کہ مذہبی وضع میں رہتے ہوئے خدمت کا موقع ملنا چاہیے، ایک بے چارہ ہندوستان کا آدمی جو کہ وہاں جاکے وہاں کا باشندہ ہو گیا، وہ صدرِ امریکہ کو اس طرح کی درخواست کرتا ہے جو کہ قابلِ تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ جو ہمت کرتا ہے تو اس کی مدد اوپر سے ہوتی ہے، چناں چہ صدر نے اس کی درخواست منظور کر کے اس کو مستثنیٰ کر دیا، اس وقت گیارہ لاکھ فوج تھی اس کے اندر داڑھی والا یہ تنہا ایک آدمی تھا، اسی کو حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

سب کے سب سر بسر پاکیزہ اِسلامی شعار
کیا سیاست کیا تمدن کیا متانت کیا وقار

بختیار اغیار بھی ہیں کر کے ان کو اختیار
چھوڑ بیٹھا تو نہیں پھر کیوں نہ ہو دنیا میں خوار

آشنائے یار ہو بیگانۂ اغیار ہو

میرے عزیز دوستو! آج کوئی شخص وردی کی پابندی نہ کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں، ایک شخص پولیس میں انسپکٹر تھا، محنت اور کارگزاری کے

متعلق پچیس سالوں میں کوئی شکایت نہیں ہوئی اور وہ ترقی کرتے کرتے ڈی ایس پی کے عہدے پر پہنچ گیا، اب صرف چھ مہینے ان کی پنشن کے باقی رہ گئے ہیں کہ پندرہ اگست کو جلوس نکلتا ہے، وہ اس میں بغیر وردی کے جاتے ہیں، تو ان سے کہا گیا کہ ارے آپ تو اتنے معزز آدمی ہیں پھر آج کے دن بغیر وردی کے آئے ہیں، جایئے وردی پہن کر آیئے، اس سمجھانے کے باوجود وردی نہیں پہنی تو پھر دوبارہ کہا گیا اور مہلت دی گئی کہ اچھا ہے ابھی موقع ہے پہن لیں، لیکن دو گھنٹے کے بعد جو دیکھا گیا کہ بغیر وردی ہی کے ہیں، تو اب تیسری مرتبہ معطّل کردیا جائے گا یا نہیں؟ کیوں؟ اس لیے کہ وردی کی پابندی بھی ایک حکم ہے، اس حکم عدولی کی بنا پر پچیس سال ملازمت کا صحیح حق ادا کرنے کے باوجود اس کو معطل کردیا جائے گا، یہ تو معاملہ وردی نہ پہننے کا ہوا۔ اگر کہیں یومِ آزادی کے جلوس کے موقع پر ڈی ایس پی حکومت کے مخالف گروہ کی ٹوپی لگائے ہوئے کھڑے ہیں تو پھر کیا معاملہ ہوگا؟ فوراً معطل کردیے جائیں گے۔ آج اُمّتِ مسلمہ نے بھی وردی چھوڑ رکھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے مقرر فرمائی تھی، تو کیا یہ اُمّت معطل نہ ہوگی؟ کب تک مہلت ملتی رہے گی، ایک دن کی دو دن کی، ایک ہفتہ، ایک ماہ، ایک سال، دو سال، دس برس، بیس برس تک اسلامی وردی کی خلاف ورزی کرتا رہے، کبھی تو گرفت ہوگی کہ نہیں؟ بولیے وردی کی پابندی نہیں کرنا چاہتے ہیں اور فلاح مل جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر اوپر سے اُمّتِ مسلمہ یہ کہتی ہے کہ ہم کو فلاح نہیں ملتی! کیسے فلاح ملے گی جب تک اسلامی وردی کی خلاف ورزی کی جاتی رہے گی! حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اِتباع غیر مسلم سے تو اب بیزار ہو
آشنائے یار ہو بیگانۂ اغیار ہو

اپنے کو بدلنے کی فکر کرنا چاہیے

جس وقت مصری فوجوں کو جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیل کے مقابلے میں شکست ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں بیت المقدس یہودیوں کے قبضے میں چلا گیا، تو لوگ آئے اور کہنے لگے کہ

ان کے لیے دُعائیں ہو رہی ہیں مگر قبول کیوں نہیں ہو تیں؟ میں نے کہا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ تجارت کرتا ہوں، میں نے کہا: اچھا ایک بات بتلایئے کہ آپ کے صاحبزادے آپ کا کہنا نہ مانیں، آپ کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کریں اور دوکان پر بغیر لباسِ مقرّرہ کے ننگے آکر بیٹھیں یا دوکان کا مال ضایع کریں، تو ظاہر ہے کہ آپ خفا ہو کر ان کو نکال دیں گے، اب اگر ان کے ماموں اور چچا سفارش کرتے ہیں، مسجد کے امام سفارش کرتے ہیں کہ معاف کر دیجیے، لیکن وہ صاحبزادے خود معافی نہیں مانگتے تو کیا آپ ان کو معاف کر دیں گے اور دوکان پر بیٹھنے دیں گے؟ انہوں کہا کہ جب وہ معافی نہیں مانگتا تو کیسے بیٹھنے دیں گے! میں نے کہا کہ بھائی ٹھیک یہی معاملہ یہاں بھی ہے کہ جن کا معاملہ ہے، مصر والوں کا بیت المقدس والوں کا وہ تو معافی نہیں مانگتے، اپنی اصلاح و درستگی کی فکر نہیں کرتے، اپنے کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے، آپ دُعا کرتے چلے جائیں تو کیسے کام چلے گا؟ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ[۲۰]

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔

اپنے معاملات اور حالات کا جائزہ

دنیا کی حکومت کو دیکھ لیجیے کہ لوگوں کی راحت وآرام کی خاطر بجلی کا انتظام کر رکھا ہے، ہر شخص اس سے استفادہ کر سکتا ہے، چناں چہ گھر میں کنکشن لے لیا گیا، گھر میں روشنی کی سہولت ہو گئی، گرمی کے موسم میں پنکھے اور کولر چل رہے ہیں اور ٹھنڈے پانی کی مشین بھی مل رہی ہے، غرضیکہ کتنی راحت مل رہی ہے، آرام وسکون حاصل ہو رہا ہے، مگر دیکھتے ہیں، ایک دم پنکھا بند ہو گیا، روشنی بند ہو گئی، کیا بات ہو گئی؟ معلوم ہوا کہ کنکشن کاٹ دیا گیا، کہاں تو حکومت نے بجلی دی اور بند کر دی، کیا بات ہو گئی، تو ہر شخص یہی کہے گا کہ بجلی کا بل مہینوں کا باقی ہے اس کو ادا نہیں کیا، جب ہی بجلی کاٹ دی گئی۔ تو بے اُصولی کی وجہ سے یہاں کی حکومت

۲۰؎ الرعد:۱۱

کا یہ معاملہ ہے کہ جو سہولتیں اور راحتیں مہیا تھیں وہ ختم کر دی جاتی ہیں، تو پھر وہاں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ بے اُصولی اور بے عنوانی کی وجہ سے پکڑ ہو جاتی ہے، اس لیے عزیز و اپنے معاملات کو دیکھو، اپنے حالات کو دیکھو!

کیسے فلاح پاسکتے ہیں؟

ایک بات قابلِ غور ہے کہ ہم اپنے بچوں سے سو فیصد اطاعت چاہتے ہیں کہ نہیں؟ ہم عورتوں سے سو فیصد اطاعت چاہتے ہیں کہ نہیں؟ اور ہم جن کے غلام اور بندے ہیں ان کی اطاعت ہم کتنی کرتے ہیں؟ ہم پچاس فیصد بھی کرتے ہیں! یہ معاملہ عجیب ہے، کیسے فلاح ملے گی! جب بیٹا باپ کو ناراض کر کے کبھی فلاح نہیں پاسکتا، چھوٹا اور ماتحت اپنے بڑے افسر کو ناراض کر کے کبھی فلاح نہیں پاسکتا، تو ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے کیسے فلاح پاسکتے ہیں؟

اِسلامی وردی کا فائدہ

اس لیے جہاں ڈیوٹی کی پابندی ضروری ہے وہاں اسلامی وردی اور اسلامی وضع قطع کی پابندی بھی ضروری ہے۔ اس کا ایک فائدہ اور عرض کر دوں کہ جس طرح دوکان کے اندر مال ہو اور باہر دروازے میں تالا نہ ہو تو چور حملہ کرتا ہے اور اندر کے مال کی خیر نہیں، اسی طرح اسلامی وضع قطع یہ باطن کی حفاظت کا تالا ہے اگر یہ نہ ہو تو باطن کی خیر نہیں۔

یہ بڑی خطرناک بات ہے

بعض لوگ اس کو معمولی اور ہلکا سمجھتے ہیں اور ظاہری وضع قطع کو فاسقانہ بنانا معمولی بات سمجھتے ہیں یہ بڑی خطرناک بات ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطِنی گناہ کو بھی (چھوڑ دو)۔

حکم ہے کہ ظاہری گناہ کو چھوڑو اور باطنی گناہ کو چھوڑو۔ جو آنکھوں سے نظر آتا ہے، ان میں

وردی والے احکام بھی ہیں کہ ان کی خلاف ورزی کرنا یہ بھی گناہ ہے، فاسقانہ وضع قطع اختیار کرنا یہ جرم ہے، اس کو چھوڑنے کا حکم ہورہا ہے اور پھر ظاہری گناہ کے ترک کو مقدم فرما کر اس کی زیادہ اہمیت بیان فرمائی اور یہ اس لیے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ سَیُجۡزَوۡنَ بِمَا کَانُوۡا یَقۡتَرِفُوۡنَ [۲۱] بلاشبہ جو لوگ گناہ کررہے ہیں ان کو اُن کے کیے ہوئے کی عن قریب سزا ملے گی۔ جو گناہ کرتے ہیں خواہ ظاہری ہو یا باطنی اس کا بدلہ ملتا ہے ان کی بدعملی کی بنا پر۔

ہر عمل کے دو بدلے ہیں

ہر عمل کے دو بدلے ہیں، اچھا عمل ہو یا بُرا ہو، ایک نقد اور ایک اُدھار، چاہے بُرا عمل ہو یا اچھا عمل ہو۔ اس کی ایک محسوس مثال ہے کہ مان لیجیے کسی محکمہ میں تنخواہ تقسیم ہونے کا دستور ہے کہ جب مہینہ شروع ہوتا ہے تو تنخواہ پہلی تاریخ کو ملتی ہے یا جب مہینہ ختم ہوتا ہے تیس یا اکتیس تاریخ کو جب تقسیم ہوتی ہے، اب ایک شخص ہے ڈیوٹی انجام دیتا ہے وقت پر حاضری دیتا ہے تو اس کام کے اس کو دو بدلے ملیں گے: ایک تو تنخواہ لازم ہوتی ہے جو کہ نقد ہی مل گئی پھر دوسرا بدلہ اس وقت ملے گا جب دو چار برس کے بعد ریٹائرڈ ہوگا تو پنشن ملے گی، تو بدلے ہوگئے دو، ایک تنخواہ دوسرے پنشن، اور پنشن جو ملے گی اس میں آج کی بھی حاضری اور اُصول کے موافق زندگی گزارنے کو دخل ہوگا۔ اس کے برخلاف ایک شخص ہے وہ اکتیس تاریخ کو رشوت لیتے ہوئے پکڑا گیا، تو اس بے اُصولی کے بھی دو بدلے ملیں گے: ایک نقد دوسرے اُدھار، نقد تو یہ ہے کہ جس وقت پکڑا گیا تو اس سے ذلت ورُسوائی ہوئی پھر دو چار مہینے کے بعد جو جیل خانہ جائے گا، یا برخواست ہوگا تو یہ بھی بدلہ ہوگا جو کہ آج کی حرکت پر مرتب ہوا، تو بدلہ ہوا نقد بھی اور اُدھار بھی۔ اسی طرح گناہ کے بھی دو بدلے ہیں، ایک دنیا میں جو کہ نقد ہے اور ایک آخرت میں جو مرنے کے بعد ملے گا۔

طاعت و گناہ کے نتائج

گناہ کرنے سے دنیا ہی میں پریشانی آتی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ گناہ جب آدمی

---

[۲۱] الانعام: ۱۲۰

کرتا ہے تو رزق کے اندر کمی آجاتی ہے، گناہ کے نقصانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے قلب کے اندر اُلجھن و پریشانی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے دوری ہوجاتی ہے، نیک لوگوں سے اللہ والوں سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ جس طرح گناہ کے نقصانات اور اس کی مضرتیں ہیں دنیا وآخرت دونوں میں اسی طرح طاعات اور نیکیوں کے فوائد و ثمرات ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کی تفصیل کے لیے ”جزاء الاعمال“ دیکھیے جس میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے طاعت کے فوائد اور گناہ کے نقصانات جو دنیا میں ہوتے ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

کس کا اثر غالِب ہوگا؟

ایک مرتبہ ایک جگہ بیان ہوا، بیان کے بعد جب میں چلنے لگا تو ایک صاحب نے ملاقات کی اور کہنے لگے کہ رزق کی بہت تنگی ہے، حالاں کہ میں چار وظیفے پڑھ رہا ہوں جو بزرگوں نے لکھے ہیں، رزق کے سلسلے میں، جو بزرگوں نے لکھے ہیں کہ فلاں چیز پڑھو رزق میں برکت ہوگی، فلاں چیز پڑھو رزق کے لیے باعثِ برکت و وسعت ہے، تو میں نے کہا کہ آپ نے ایسے وقت بات پوچھی کہ وقت تنگ بھی ہے اور سفر کی وجہ سے عجلت بھی ہے، لیکن بہر حال اس سلسلے میں ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ آٹھ وہ کام کر رہے ہیں جو کہ رزق کے اندر تنگی کا باعث ہوں جو کہ رزق کو روکنے والے ہوں، جب چار عمل تو رزق کو کھینچنے والے ہوں اور آٹھ عمل روکنے والے ہوں تو خود فیصلہ کرلو کہ کس کا اثر غالب ہوگا؟

ایک گناہ تباہ کرنے کے لیے کافی ہے

گناہ کرکے کوئی شخص ولی نہیں بن سکتا۔ ایک شخص کے اندر ساری خوبیاں ہیں صرف ایک رشوت لیتے ہوئے پکڑا گیا تو کیا ایسا شخص حکومت میں مقبول ہوسکتا ہے؟ ایک شخص میں بہت ساری خوبیاں ہیں صرف چوری کرتا ہے، بہت ساری خوبیاں ہیں صرف ایک آدمی کو قتل کردیا ہے، تو کیا ایسا شخص حکومت کی نظروں میں پسندیدہ ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! جب دنیا کا یہ معاملہ ہے کہ ایک بے اُصولی اور ایک جرم کی وجہ سے انسان نظروں سے گر جاتا

ہے اور اس کی مقبولیت ختم ہو جاتی ہے بلکہ ایسے شخص کو مجرم سمجھا جاتا ہے،تو پھر خود ہی فیصلہ کرو کہ گناہ کرکے انسان اللہ کے یہاں کیسے مقرب ہو سکتا ہے؟ ایک ایک گناہ یہ اژدھا کے مانند ہے کہ انسان کی زندگی تباہ وبرباد کرنے کے لیے کافی ہے،ایک ایک گناہ آدمی کو اوپر سے نیچے کی طرف گرادیتا ہے،جنت سے جہنم میں پہنچادیتا ہے،اس لیے ظاہر وباطن کا گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے بچنا چاہیے،اسی کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا بڑا جو ہو گناہ
اس سے بچے اے مردِ رہ تو ہے یہ سد راہ

لب پہ ہر دم ذکر بھی ہو دل میں ہر دم فِکر بھی
پھر تو بالکل راستہ ہے صاف تادرِ بادشاہ

ولی اللہ بننے کا نسخہ

ہمت کرکے گناہ چھوڑا تو انسان ولی بن گیا لیکن ولایت کے مختلف درجے ہیں،جیسے امتحان پاس ہونے کے درجے ہیں،اوّل نمبر،دوم نمبر،سوم نمبر، جیسی محنت کی ہے ویسے ہی نمبرات ملتے ہیں،اسی کے لحاظ سے کامیابی کے درجات ملیں گے،اسی طرح گناہ چھوڑ دیا تو ولی بن گیا،اب اس کے ساتھ سنتوں کی پابندی کرو، مستحبات کا اہتمام کرو،جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہو گا،اس لحاظ سے جتنا مستحبات کا اہتمام کروگے نوافل کا ذکر کا اہتمام کروگے اتنا ہی درجہ بلند ہوتا چلا جائے گا،چاہے فرسٹ ڈویژن کے ولی اللہ بن جاؤ،چاہے تھرڈ ڈویژن کے ولی اللہ بن جاؤ۔ بنیادی چیز یہی ہے کہ جب گناہ کو چھوڑ دیا بس پھر معاملہ آسان ہے کہ تھوڑے سے اہتمام وفکر سے انسان ترقی کرتا ہوا کہاں سے کہاں تک پہنچ جائے گا ؎

لب پہ ذکرُ اللہ کی تکرار ہو
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو

شروع میں جو آیتِ کریمہ پڑھی تھی اس کے متعلق مجھے ایک مضمون بیان کرنا تھا وہ پورا ہو گیا۔

عالم باعمل سے شیطان گھبر تا ہے

اب دوسرا مضمون جو عرض کرنا ہے وہ یہ کہ حدیثِ پاک پڑھی تھی:

فَقِیْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ[۲۲]

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

کسی بستی کے اندر ہزار عابد ہیں تو شیطان کو کوئی فکر نہیں کہ ہزار آدمی جنت میں جائیں گے، کیوں کہ ان کو آسانی سے بہکا کر گمراہ کر سکتا ہے، جیسے کسی بستی میں دس بیس مال دار ہوں تو چور ڈاکوؤں کو ان سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہوگی، ان سے پریشان نہیں ہوں گے، بلکہ وہ کہیں گے کہ اچھا ہے جب چوری کرنا ہوگی تو کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی یہیں پر اپنا کام کر لیں گے، لیکن اگر کوئی کوتوال ہو، سپر نٹنڈنٹ ہو تو اس سے گھبراتے ہیں ضلع بھر کے بدمعاش، اسی طرح اگر ایک عالم باعمل ہوتا ہے تو شیطان اس سے گھبراتا ہے، ڈرتا ہے، کیوں کہ وہ برسوں کے مکر و فریب کو تھوڑی دیر میں توڑ دیتا ہے، اس کی وجہ سے کتنے بندگانِ خدا راہ یاب ہوتے ہیں۔ دیکھ لو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کی بنیاد ڈالی، حضرت محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مظاہر علوم کی بنیاد ڈالی، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون میں کیا کیا؟ کیسی عظیم خدمت کی ہے۔ اور حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ کے تھے، دیکھو ایک فرد کا کتنا بڑا کام ہے اور اس کا کتنا فیض ہے؟ اُستاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے فیض کو دیکھو، ایک ایک سے ہزاروں کے اوپر لاکھ کے اوپر لوگوں کو فیض پہنچ رہا ہے۔

ہر خبر سے کوئی نہ کوئی حکم مقصود ہوتا ہے

حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ ایک فقیہ اور ایک عالم بھاری ہے شیطان پر ہزار عابد سے، یہ خبر ہے، اور قاعدہ ہے کہ ہر خبر کے پیچھے ایک حکم ہوتا ہے، ہر حکایت اور ہر واقعہ کسی

---

۲۲ جامع الترمذی: ۹۷/۲، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة، ایچ ایم سعید

نہ کسی حکم پر مشتمل ہوتا ہے، مثلاً کہا جائے کہ اس راستے میں سانپ ہے یا اس راستے میں کاٹنے والا کتا ہے تو بظاہر یہ ایک خبر ہے، لیکن اس خبر سے حکم یہ نکلا کہ اس راستے سے مت چلو، اس راستے سے احتیاط رکھو، یہی انداز قرآنِ پاک اور حدیث کا ہے کہ ان میں بھی ہر واقعہ اور خبر سے کوئی نہ کوئی عبرت، نصیحت اور حکم مقصود ہوتا ہے، جیسے فرمایا گیا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہہ دیجیے آپ، کہ اللہ ایک ہے۔ تو اس خبر سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور ایک جانو۔ اسی طرح اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ ایک فقیہ بھاری ہوتا ہے، تو اس خبر سے در حقیقت حکم دینا ہے کہ فقیہ بنو اور بنانے کا انتظام کرو، یہ حکم دیا جارہا ہے اس خبر کے ذریعے۔

فقیہ بننے کا قابلِ قدر جذبہ

خود فقیہ بننے کی ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ ایک شخص تھے جن کا نام تھا حسن بن زیاد، ان کی زندگی جیسے اُمراء لوگوں کی ہوتی ہے اسی طرح گزر رہی تھی، جب ان کی عمر چالیس سال ہوگئی تو اتفاق سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دل میں جذبہ پیدا ہوا کہ علمِ دین حاصل کریں، چناں چہ آپ کی خدمت میں چالیس سال گزار دیے، تحصیلِ علم میں کیا جذبہ تھا؟ عمر چالیس سال کی ہوگئی مگر دین کا علم حاصل کرنے میں لگ گئے اور پھر اس میں چالیس سال لگائے، اس لحاظ سے اسّی سال کے ہوگئے پھر اس کے بعد چالیس سال فتوے کا کام کیا، دیکھو ایک شخص چالیس سال کی عمر میں فقیہ بنتا ہے۔

فقہاء کے زمرے میں شامل ہونے کی سہل تدبیر

ایک بات اور بتلا دوں، یہاں فقیہ بننے کے سلسلے میں بات چل رہی ہے، وہ بات یہ ہے کہ یہاں جتنے لوگ بیٹھے ہیں وہ سب فقیہ اور عالم بن سکتے ہیں، تھوڑی سی ہمت و ارادہ اور محنت کی ضرورت ہے، زیادہ نہیں صرف چالیس احادیث یاد کر لو اور دوسروں کو پہنچا دو تو ان شاء اللہ فقہا کے ساتھ حشر ہو جائے گا۔ کتنی آسانی ہے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے یاد کیا جا سکتا ہے، قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ایک حدیث روزانہ یاد کرے تو چالیس دن میں چالیس حدیثیں یاد ہو جائیں گی۔ چناں چہ حدیث میں اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ

بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا وَكُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَّشَهِيْدًا [۲۳]

اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کرنے والا اور گواہ بنوں گا۔

تعلیمِ قرآن کی فضیلت

اسی طرح قرآنِ پاک ناظرہ پڑھنے اور پڑھانے کی بھی بڑی فضیلت اور ثواب ہے حدیثِ پاک میں آتا ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا [۲۴]

جو شخص قرآن پڑھے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیا کے گھروں میں چمکنے والے آفتاب کی روشنی سے اعلیٰ ہوگی، اگر (بالفرض) تمہارے گھروں میں آفتاب ہو، اب تم اس شخص کا مرتبہ خود سمجھ سکتے ہو جس نے اس پر عمل کیا۔

جو حافظ بن جائے اس کا پھر کیا پوچھنا! وہ خود بھی جنت کے اندر جائے گا اور دس اعزا کو اپنے ساتھ لے جائے گا جو کہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم کے قید خانہ کے مستحق تھے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ [۲۵]

جس شخص نے قرآنِ پاک کو پڑھا پھر اسے حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے ان دس عزیزوں کے حق میں اس

۲۳ شعب الایمان: ۲۴۱/۳ (۱۵۹۷) فصل فی فضل العلم وشرف مقدارہ، المکتبۃ الرشدیۃ

۲۴ سنن ابی داؤد: ۲۰۵/۱، باب فی ثواب قراءۃ القراٰن، ایچ ایم سعید

۲۵ جامع الترمذی: ۱۱۸/۲، باب ما جاء فی فضل قارئ القراٰن، ایچ ایم سعید

کی سفارش قبول فرمائیں گے جو دوزخ کے مستحق ہوں گے۔

حافظ ہونے کا سہل نسخہ

ایک بات یاد آگئی کیوں کہ رمضان شریف قریب آگیا ہے، ایک بہت سہل نسخہ ہے حافظ بننے کا، اتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں، بولو بھائی کون حافظ بننا چاہتا ہے، کون بھائی حافظ کا درجہ اور مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے ؟ (اس دریافت کرنے پر بعض لوگوں نے ہاتھ اُٹھائے، اس پر فرمایا کہ ہاں بھائی ہاتھ بہت کم اُٹھے ہیں) حافظ بننے کے لیے میرے عزیز دوستو ایک بہت سہل نسخہ ہے، حدیثِ پاک میں جو حافظ ہونے کی فضیلت آئی ہے اس میں مدت کا ذکر نہیں ہے کہ یہ فضیلت اتنی مدت میں حفظ کرنے پر ہے، بلکہ اس کی مدت کی کوئی تعین نہیں ہے، کوئی پانچ برس میں حفظ کرے، کوئی دس برس میں، کوئی تیس برس میں کرے تو بھی اُس کو یہ فضیلت مل جائے گی، اس لیے بھائی آج ہی سے ارادہ کرلو کہ ہم حافظ بنیں گے، ایک ایک سطر یاد کرو ایک سطر یا آدھی سطر یاد کرو، ایک سطر یاد کروگے تو سال بھر میں ایک پارہ ہو جائے گا ایک ایک پارہ یاد کرتے رہوگے تو تیس برس کے اندر حافظ ہو جاؤ گے، اور اس سے جلدی بھی ہوسکتے ہیں، اگر ہمارا وقت آگیا اور دُنیا سے اٹھا لیے گئے تو حافظ ہو کر اُٹھائے جائیں گے۔ کاسگنج کے اندر جب میں نے اس کو بیان کیا پینسٹھ سال والوں نے یاد کرنا شروع کر دیا۔ بمبئی میں ایک صاحب ہیں جن کی عمر پچھتر سال کی ہے انہوں نے اس عمر میں حفظ کرنا شروع کر دیا اور ایک دو پارے یاد بھی کر لیے، اسی طرح تراویح کے نظم کے سلسلے میں ایک آسان تدبیر ہے کہ تیس آدمی ہو جاؤ اور ایک ایک پارہ یاد کرلو، ایک پارہ تم، ایک پارہ تم، سال بھر میں ایک ایک پارہ یاد کرلوگے تو ظاہر ہے کہ اس سے کتنی سہولت اور آسانی ہو جائے گی، محلہ میں اگر حافظ مل جاتا ہے تو اب سامع کی ضرورت نہیں ہے اور اگر حافظ نہیں ملتا ہے تو سب لوگ ایک ایک پارہ باری باری سنادو۔ یاد کرو، آگے بڑھو۔

عورتوں کی دینی فکر کے مفید نتائج

ایسے ہی فقیہ بننے اور بنانے کا بھی سلسلہ ہے، آج اس کی طرف توجہ کم ہے، پہلے

زمانے میں ہماری ماؤں اور بہنوں کو اس کا بڑا ذوق تھا، توجہ تھی اس کی طرف، اس کا اہتمام تھا۔ ایک واقعہ سناتا ہوں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ ہماری ماؤں بہنوں نے دین میں کیا کیا خدمات کی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا جانتی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کن کی محنت سے تیار ہوئے، بچپن ہی میں ان کے والدِ ماجد کا انتقال ہو گیا، ان کی والدہ اور بہن نے ان کی تربیت کی، اپنے ساتھ لے جاتی تھیں محدثین کی خدمت میں اور ان کی مجلس میں لے جاتی تھیں، ان سے دعا کرواتی تھیں، ان کی صحبت میں بٹھلاتی تھیں، چناں چہ ان کی محنت اور تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ علمِ حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اِتنا بلند مقام عطا کیا کہ انہوں نے کتاب لکھی ہے بخاری شریف، وہ اتنی مقبول ہوئی ہے کہ قرآنِ مجید کے بعد تمام اُمت میں بالاتفاق بخاری کا درجہ ہے۔ کہیں چلے جاؤ ہندوستان کے اندر کہیں باہر چلے جاؤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف ملے گی، دیکھا یہ کس کی پرورش کا نتیجہ ہے؟ ماں بہنوں کی تربیت کا ایک واقعہ اور سناتا ہوں، ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے محدث گزرے ہیں جب یہ تین برس کے ہوئے تو ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، پھوپھی کی تربیت میں رہے، ان کی پھوپھی کو معلوم ہوتا کہ کہیں جلسہ ہے وعظ ہے، باہر سے عالم آئے ہیں ان کی خدمت میں ان کو بھیجتی تھیں دُعا کراتی تھیں، جلسوں کے اندر شرکت کرتی تھیں، ان کی تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ دس برس کی عمر میں وعظ کہنے لگے۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیان میں وہ تاثیر رکھی کہ لوگ عش عش کر اٹھتے، لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ ان کے وعظ میں وہ اثر رکھا کہ بیس ہزار عیسائی اور یہودی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زائد لوگ ان کا بیان سن سن کر متبعِ سنت بن گئے۔ یہ کن کی پرورش کا نتیجہ تھا؟ اُن کی پھوپھی کی محنت کا نتیجہ تھا۔ پہلے ہماری ماں بہنوں کے دینی ذوق و شوق کا کیا حال تھا؟ اللہ اکبر! اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں۔ یہ ایک مستقِل موضوع ہے، مجھے اس وقت مختصر طور پر توجہ دلانے کے لیے عرض کرنا ہے۔

بہن کا تعلیم کے لیے ایثار

ایک واقعہ اور سناتا ہوں۔ ایک صاحبزادے ایک جگہ پڑھ رہے تھے وہاں کا جو کورس تھا اس کے موافق جیسے آج کل پرائمری اسکول ہیں کہیں ڈگری کالج ہیں اور ان میں تعلیم کا

ایک نصاب ہے، اسی طرح وہ بھی مقامی ایک عربی مدرسہ میں پڑھ رہے تھے، وہاں جو عربی کا کورس تھا انہوں نے جب اُس کو پورا کر لیا تو اب ارادہ ہوا کہ باہر جائیں پڑھنے کے لیے تو سوچا کہ خود کرنا کیا ہے، اگر ہم والدین سے پوچھتے ہیں تو شاید اس کی اجازت نہ دیں تو انہوں نے اپنا سامان اکٹھا کیا، ان کی جو بہن تھیں اس نے بھانپ لیا، اس نے یہ کیا کہ ایک تھیلی کے اندر اپنا سارا زیور رکھ کر اس میں ایک پرچہ لکھ کر رکھ دیا اور یہ تھیلی ان کے سامان کی پوٹلی میں رکھ دی، پرچہ میں یہ مضمون لکھا تھا کہ بھائی، جی تو میرا بھی چاہتا ہے کہ میں بھی علمِ دین پڑھتی، اس کی تکمیل کرتی، مگر میں کیا کروں والدین نے مجھے ادھر نہیں لگایا، لیکن تمہارے عِلمی شوق کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور یہاں پر جب تک تم رہے میں تمہاری خدمت کرتی تھی، اب اندازہ یہ ہوا کہ تم باہر جا کر پڑھنا چاہتے ہو تو یہ زیور میری ملکیت ہے، یہ میں تمہارے لیے رکھتی ہوں، جب تم کو ضرورت پڑے اس میں سے جتنا چاہو خرچ کر لو، اس مضمون کا پرچہ رکھا وہ اپنی پوٹلی لے کر پڑھنے کے لیے چلے، جب پہنچتے ہیں وہاں جہاں ان کو جانا تھا، وہاں جا کر اس کو کھولتے ہیں تو اس میں پرچہ ملا، چناں چہ انہوں نے ذوق و شوق سے علم حاصل کیا اور محنت مشقت برداشت کرتے رہے اور پڑھتے رہے۔ یہ صاحبزادے وہی ہیں جو آگے چل کر علامہ چغمینی کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے علمِ ہیئت اور فلسفہ میں کتاب لکھی جو کہ پڑھائی جاتی ہے۔

اکلوتی اولاد کی دینی تعلیم کے لیے کیسی قربانی دی

میرے عزیز دوستو! کیسی کیسی محنتیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں۔ اس سلسلے میں پُرانے زمانے کے تو بہت سے واقعات ہیں اس زمانے میں بھی اس طرح کے عجیب عجیب حالات پیش آتے ہیں۔ جس زمانے میں میں سہارنپور میں پڑھا کرتا تھا تو اس زمانے میں ہمارے ایک ساتھی تھے، بخارا کے رہنے والے تھے، ان کے والد عالم تھے، بعض جگہ کا رواج ہوتا ہے کئی کئی شادیوں کے کرنے کا، ایک نکاح، دو نکاح، تین نکاح ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کئی شادیاں کرنے میں کوئی عجیب بات ہی نہیں، چناں چہ اُن کے والد کی تین بیویاں تھیں ان میں ایک سے اکیلے یہی ہمارے ساتھی تھے، ان کے والد صاحب خود عالم تھے، پڑھاتے تھے، جس کی وجہ سے یہ گھر ہی میں رہے اور والد صاحب سے پڑھتے تھے، بڑے ہو گئے شادی ہو گئی، پڑھنے

میں بے توجہی کرتے تھے، ایک دن ان کے والد رونے لگے اور کہنے لگے کہ میری تمنا تھی کہ تم عالم ہوتے مگر یہاں رہ کر تم پڑھ نہیں پاؤ گے، وہ سہارنپور کا سفر کر چکے تھے، غالباً وہ سہارنپور یا دیوبند کے پڑھے ہوئے بھی تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ تم سہارنپور یا دیوبند جاؤ تو پڑھ سکتے ہو اسی میں میری عین خوشی ہے، اس بات سے ان کے دل پر چوٹ لگی اور تیار ہو گئے، بیوی کے لیے انہوں نے سوچا کہ پتا نہیں کیا ہو، کیا حالات پیش آئیں، کب واپسی ہو، تو انہوں نے بیوی کو طلاقِ رجعی دے دی، اس نے کہا کہ مسئلے کے لحاظ سے مجھ کو حق ہو جاتا ہے کہ میں عدت کے بعد دوسرا نکاح کرلوں مگر آپ کا انتظار کروں گی، جب آپ پڑھ کر آئیں گے تو آپ سے میں دوبارہ نکاح کرلوں گی۔ دیکھا آپ نے! جس ماں کا ایک بیٹا ہو جوان بیٹا ہو وہ دین کی خاطر ایسی قربانی دے کہ جاؤ بخارا سے سہارنپور پڑھنے کے لیے۔ بیوی شوہر کا کیسا تعلق ہوتا ہے، لیکن ماں باپ کی خوشی اور دین کی قدر و منزلت کی وجہ سے کیسی قربانی دی، چناں چہ سہارنپور آئے اور پڑھ کر فارغ التحصیل ہو گئے۔ تو ایسے ایسے حالات پیش آتے ہیں دین کی خاطر، علم کی خاطر۔

ہماری اولاد اس عظیم خدمت کو کیوں نہ انجام دے؟

میرے عزیز دوستو! فقیہ بنو اور بناؤ، اپنی اولادوں کو بناؤ۔ ایک بات بتلاتا ہوں کہ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں لیکن وزیراعظم اور گورنر کی کرسی پر بیٹھنے والے لوگ رہتے ہیں یا نہیں رہتے ہیں؟ وزراء بنتے ہیں کہ نہیں بنتے ہیں؟ ملک کے لوگوں ہی میں کوئی نہ کوئی ان عہدوں کو سنبھالتا ہے اور ان کرسیوں پر بیٹھتا ہے، اسی طرح نبوت تو ختم ہو چکی ہے لیکن ولایت تو نہیں ختم ہوئی ہے وہ تو باقی ہے، اس میں بھی درجات اور مراتب ہیں، قطب، غوث اور ابدال کی کرسیاں رہتی ہیں۔ قیامت تک لوگ رہیں گے، بڑے بڑے بزرگانِ دین اللہ والے محدثین، فقہاء اور علماء رہے ہیں جو ان کرسیوں پر بیٹھے اور دین کا کام کیا۔ جب تک یہ دین رہے گا اس وقت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور بڑے بڑے اکابر کی جگہ پر بیٹھنے والے اللہ کے بندے پیدا ہوتے رہیں گے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر بیٹھنے والے ہوں گے یا نہیں؟ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر بیٹھنے والے نکلیں گے یا نہیں نکلیں گے؟ بڑے بڑے اکابر بڑے بڑے علماء حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت

مجدد الملّت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، ان حضرات نے دین کا جو کام کیا ہے اور جو خدمات انجام دی ہیں تو کیا یہ سلسلہ باقی رہے گا یا نہیں؟ بعد میں ایسے لوگ رہیں گے یا نہیں رہیں گے؟ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی تو اس کام کو کرے گا ہی، کوئی نہ کوئی تو ان کرسیوں پر بیٹھے گا، کیوں کہ دین کی خدمت اور اشاعت کا کام تو قیامت تک چلتا رہے گا اور کوئی نہ کوئی تو خدمت کرے گا ہی، تو ہماری اولاد ان کرسیوں پر کیوں نہ بیٹھے اور وہ اس خدمت کو کیوں نہ انجام دے؟ ہماری اولاد اس جگہ کو نہ پہنچے سوچو تو کیا حال ہو رہا ہے، اس طرف کتنی غفلت اور سستی ہے۔

حاملانِ دین کا کیسا اعزاز ہوتا ہے؟

اسی سلسلے میں ایک بات اور عرض کر دوں کہ دنیا میں جو لوگ بزرگوں کے طریقے پر چلتے ہیں اور دین میں لگے ہیں ان کو دیکھو کہ دنیا میں ان کا کتنا اعزاز ہوتا ہے، عید، بقرہ عید کے موقع پر لوگوں کا جہاں اجتماع ہوتا ہے اس میں بڑے بڑے لکھ پتی ہوتے ہیں، کروڑ پتی لوگ ہوتے ہیں، حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار ہوتے ہیں کہ نہیں؟ اور جہاں حکومت اسلامی ہے وہاں پر وزیر آتے ہیں کہ نہیں؟ بادشاہِ مملکت آتے ہیں کہ نہیں؟ ایسے موقع پر امام کس کو بناتے ہیں؟ کسی لکھ پتی کو یا کسی کروڑ پتی کو، یا کسی وزیر کو، یا کسی تاجر کو، یا کسی فوجی کو؟ نہیں! ان میں سے کسی کو نہیں بناتے، بلکہ امام ان ہی کو بناتے ہیں جو ان مکاتب میں پڑھتے ہیں حافظ کو، عالم کو، قاری کو امام بناتے ہیں۔ جو وزیروں کا امام ہے، اس سے بڑھ کر اس کی اور کیا عزت ہوگی؟ جو بڑے بڑے افسران اور جج صاحب کا امام بن رہا ہے، کلکٹر کا جو امام بن رہا ہے اس کا کیا مرتبہ ہے؟ اس کی کیا عظمت، کیا وقعت ہے دنیا کے اندر؟ دیکھ لو۔

اولاد کی دینی تعلیم کا نظم کرنا چاہیے

میرے عزیز دوستو! اپنی اولاد کو اللہ کی خاطر اللہ کی رضا کی خاطر فقیہ بناؤ، علمِ دین پڑھاؤ، خود بھی علمِ دین حاصل کرو، فقیہ بنو۔ فقیہ بنانے کا حاصل یہ ہے کہ اپنے افراد کو اس کے لیے تیار کرنا، اس کے لیے انتظام کرنا، اس کے لیے جدوجہد کرنا۔ یہی دینی مکاتب و مدارس ہیں کہ ان

میں باقاعدہ سے کام کرو۔ اُصول کے موافق کام انجام دیا جائے تو ان ہی میں سے ایسے لوگ تیار ہوں گے جو اللہ والے ہوں گے، دین کے خدام ہوں گے، ان سے سنت کی روشنی پھیلے گی۔ یہ مدارس دین کے مراکز ہیں، ان کی دیکھ بھال کرو یہ بھی ذمہ داری ہے۔ کوئی باغ ہو اور اس باغ میں ہر قسم کے درخت لگے ہوں، اس میں پانی کی کمی ہو جائے جس سے درخت خشک ہو رہے ہوں تو ایسے موقع پر اس میں پانی کا انتظام کرنا، اس کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اسی طرح ان مدارس و مکاتب کی دیکھ بھال اور ان کے تعاون کا معاملہ ہے کہ جس کو یہ سعادت ملے تو اس کے لیے یہ بڑی سعادت ہے، اجتماعی سعادت یا انفرادی سعادت دونوں میں سے جو ملے وہ بڑی چیز ہے، اس کی قدر کرنا چاہیے، اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اس حدیثِ پاک میں ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے فقیہ بننے اور بنانے کا انتظام کرو، خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بنانے کی کوشش کرو اور مجبوری سے ایسا نہ کر سکو تو اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر ایسے ادارے قائم کرو جس میں یہ سلسلہ رہے اور اس کے ساتھ تعاون کرو تاکہ اس حکم کی تعمیل ہو سکے۔ جو حدیث میں نے پڑھی تھی اس کے سلسلے میں جو دوسرا مضمون بیان کرنا تھا وہ پورا ہو گیا۔

کیا آپ اِس کے خواہش مند نہ ہوں گے؟

اب جو تیسرا مضمون عرض کرنا ہے وہ یہ کہ شروع میں ایک حدیثِ پاک اور بھی پڑھی تھی وہ یہ کہ

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ[۲۶]

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے وہ کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ ہیں۔

میرے عزیز دوستو! ہر بڑا یہ چاہتا ہے کہ میرے چھوٹے فلاح حاصل کریں، کامیابی حاصل کریں اور جو فلاح و کامیابی ملی ہے وہ باقی رہے، ہر شخص چاہتا ہے کہ میرا بیٹا پڑھ جائے، ترقی کر جائے گھٹے نہیں، جب ہر بڑے کی یہ خواہش ہوتی ہے تو پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

۲۶؎ موطأ امام مالك: ۱/۷۰۲، مكتبة نور محمد

اپنی اُمت کے بارے میں اس کے خواہش مند نہ ہوں گے؟ وہ تو بدرجہ اولیٰ ہوں گے، آپ کی تو شان ہے **بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** [۲۷] ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا: دیکھو میں ایک نصیحت کرتا ہوں، وصیت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے جو تم کو عزت دی مصیبتوں کے بعد، جو راحت دی پریشانیوں کے بعد، ذلت کے بعد عزت دی، مشقت کے بعد جو راحت دی اس کو اگر باقی رکھنا چاہتے ہو تو دو باتوں کا اہتمام کرو، جب تک کہ ان دو باتوں کا اہتمام کروگے کبھی سَر گرداں، پریشان نہ ہوگے، کبھی ذلیل و خوار نہ ہوگے، وہ کیا ہے؟ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ۔ ان کو مضبوطی سے پکڑو۔ **تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا** (مضبوطی سے، چنگل سے، پانچوں انگلیوں سے)

یہی ہماری تباہی کا باعث ہے

یہ حکم تھا۔ آج اس حدیث پر عمل چھوٹ گیا اور یہی ہماری تباہی کا باعث ہے۔ اس حدیث میں فلاح کا بھی راستہ ہے اور تباہی کا بھی راستہ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ہم نے پکڑ تو رکھا ہے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو، مگر کسی نے دو انگلیوں سے کسی نے تین انگلیوں سے، پانچوں انگلیوں سے پکڑنے والے بہت کم ہیں۔ ان ہی کو آج کل اہل اللہ اور خواص کہتے ہیں جو پانچوں انگلیوں سے پکڑنے والے ہیں، پہلے تو اس طرح کے لوگ سو فیصد ہوتے تھے اور اب سو میں ایک دو ہوتے ہیں۔

قرآنِ پاک کے حقوق

اصل چیز ہے مضبوطی سے پکڑنا کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو۔ زیادہ نہیں کتاب اللہ کے چار حق ہیں: ۱) عظمت ۲) محبت ۳) اور احکام کی متابعت ۴) اور تلاوت مع الصحت۔

یہ چار حق ہیں۔ آج عظمت کے اندر کمی آگئی ہے، محبت کے اندر کمی آگئی ہے، قرآنِ پاک کی جیسی عظمت اور محبت چاہیے اس میں کمی ہے، احکام کی متابعت بھی چھوٹ رہی ہے اور تلاوت مع الصحت کی بہت کمی ہے۔

---

[۲۷] التوبۃ:۱۲۸

تجوید کا حکم اور اس کی حقیقت

قرآنِ پاک صحیح تلاوت کرنے کا حکم ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا[۲۸]

اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔

اور ترتیل کی تفسیر کیا ہے؟ تفسیر اتقان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ[۲۹]

حروف کو صحیح ادا کرنا اور وقف کے طریقے کو پہچاننا۔

سانس کیسے توڑے؟ کہاں توڑے؟ کیا قاعدہ ہے؟ کوئی ڈرائیور گاڑی لائے اور گاڑی پلیٹ فارم کے آگے نکالے تو غلطی ہے اور پہلے روکے تو یہ بھی غلطی ہے اور آدھی آگے اور آدھی پیچھے کھڑی کرے تو بھی غلطی ہے قاعدے کے اعتبار سے، ایسے ہی سانس کہاں توڑے اس کے طریقے بتلائے ہیں، بیچ میں سانس توڑنا ہے تو کہاں توڑے اور کیسے توڑے، پھر یہ کہ کہاں سے شروع کرے اس کے اُصول بتلائے گئے ہیں، اس کی خلاف ورزی کرنے سے قرآنِ پاک کے الفاظ اور معنٰی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

الفاظ کی کتنی اہمیت ہے

حروف کی اہمیّت کتنی ہے؟ بہت مختصر عرض کرتا ہوں، آپ کسی مدرسے میں جائیں اور کہیں کہ وقت تھوڑا ہے اس لیے امتحان مختصر ہوگا اور طلباء سے کہیں کہ لکھو قمر کو مال دو، اب ایک طالب علم لکھ رہا ہے کہ کمر کو مل دو، اس طالب علم کو کوئی نمبر دوگے؟ نہیں، فیل کردو گے، کیوں؟ اس لیے کہ یہی امتحانی چیز ہے، اس میں غلطی کی ہے، ایک تو قمر میں 'ق' کی غلطی کی ہے کہ ق کی جگہ 'ک' لکھ دیا، دوسرے مال میں کھڑے پڑے کی غلطی کی ہے کہ مال کو مل

۲۸؎ المزمل:۴
۲۹؎ الاتقان فی علوم القراٰن للسیوطی:۲۲۱/۱

لکھ دیا۔ جب اُردو کے اندر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف بدلیں، کھڑے کی جگہ پڑا کردیں تو فیل کردیں گے، کیوں صاحب! قرآنِ پاک میں ایک حرف کے بجائے دوسرا حرف پڑھیں، کھڑے کی جگہ پڑا پڑھ دیں اور یہ توقع رکھیں کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں گی، یہ کہاں کی عقل مندی اور کہاں کا انصاف ہے! یہ لحنِ جلی کہلاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

قرآن تجوید کے خلاف پڑھنے کا شرعی حکم

علماء نے کتابوں میں لکھا ہے، جمال القرآن میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا پڑھ دیا، جیسے ''الحمد'' کی جگہ ''الھمد'' پڑھ دیا، یا 'ث' کی جگہ 'س' پڑھ دیا، یا 'ح' کی جگہ 'ھ' پڑھ دی، یا 'ذ' کی جگہ 'ز' پڑھ دی، یا 'ص' کی جگہ 'س' پڑھ دیا، یا 'ض' کی جگہ 'د' پڑھ دی، یا 'ظ' پڑھ دی، یا 'ظ' کی جگہ 'ز' پڑھ دی، یا 'ع' کی جگہ 'ء' پڑھ دیا، یا کسی حرف کو بڑھا دیا، جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں 'د' کے پیش کو اور 'ھ' کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُوْ لِلّٰهِیْ یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ يُوْلَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اور اس طرح پڑھا لَمْ يُلَدْ یا زبر زیر پیش جزم میں ایک دوسرے کی جگہ پڑھ دیا، جیسے اِيَّاكَ کے کاف کا زیر پڑھ دیا یا اِهْدِنَا میں ہ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اَهْدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو ''لحنِ جلی'' کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ کھڑے کو پڑا پڑھنے کی مثال میں دیا کرتا ہوں کہ یہ اُنگلی ہے کھڑی ہے، اس کو کوئی پڑا کردے تو کیا یہ گوارا ہے اور کسی کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے؟ ایسے ہی قرآنِ پاک میں کوئی کھڑے کو پڑا کردے تو کیا یہ جائز ہے؟ ایسے ہی کوئی پڑے کو کھڑا کردے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے کان پکڑ کر نیچے کھینچ دینا، ایک پہلوان نیچے سے کھینچے اور ایک اوپر سے کھینچے، بڑھ جائے گا کان کہ نہیں؟ گوارا کروگے؟ اسی طرح قرآن میں پڑے کو کھڑا پڑھ دو تو کیا یہ جائز ہوگا؟ جیسے ایک شخص ایک جگہ امام ہو اور سورۃ الناس میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ کی جگہ مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنِّسِ پڑھے، تو بولو بھائی! کیا اس کو امام رکھو گے یا سبکدوش کردو گے؟

قرآنِ پاک کا معلّم بَڑھیا ہونا چاہیے

آج ذرا سے کام کے لیے آدمی رکھا جاتا ہے، مثال کے طور پر بیت الخلاء کی چھت ہی ڈلوانی ہے تو معلوم کریں گے کہ معمار ٹھیک ہے، ماہر ہے یا نہیں ہے؟ اگر چھت ڈالنے میں گڑبڑ ہو جائے تو کہتے ہیں کہ کیسی اُلٹی چھت ڈال دی ہے کہ کوئی استنجاء میں مشغول ہو اور چھت گر جائے تو کیا حشر ہوگا؟ بیت الخلاء کی چھت بنانے والا تو بَڑھیا ہونا چاہیے، قرآنِ پاک کی تعلیم اور اذان دینے کا نمبر آیا تو سستا ہووے، کبھی اس کے لیے بھی فکر رکھتے ہیں کیوں صاحب؟ چشمہ بَڑھیا ہو، ڈاکٹر بَڑھیا ہو، داماد بَڑھیا ہو، وکیل بَڑھیا ہو، بیوی بَڑھیا ہو، کام بَڑھیا ہو، دوکان بَڑھیا ہو، پان بَڑھیا ہو، مگر اذان دینے والا، قرآنِ پاک پڑھانے والا سستا ہو، اللہ اکبر! یہاں بَڑھیا ہونے کی فکر نہیں، جب ہی تو صحیح قرآن کی تلاوت نادر ہوگئی ہے۔ تلاوتِ قرآنِ پاک تو ہے مگر صحیح تلاوتِ قرآنِ پاک کہ جس کی اہمیت ہے اس میں کمی ہوگئی ہے۔

قرآنِ پاک کی عظمت میں کمی ہو رہی ہے

میرے عزیز دوستو! قرآن کے بارے میں ایک اور حق بیان کرتا ہوں وہ ہے عظمت، اس کی کمی ہے۔ آنکھ میں تکلیف ہو جائے تو ہر ڈاکٹر کو دکھلاؤ گے، قلب میں تکلیف ہو تو یہاں نہیں دکھلاؤ گے بلکہ لکھنؤ جاؤ گے اور جب قرآنِ پاک کی تعلیم کا نمبر آتا ہے تو اس کے لیے پڑھانے والا سستا ہونا چاہیے، یہاں پر ماہر کی قید نہیں ہے، اس کی فکر نہیں ہے، معلوم ہوا کہ جیسی عظمت ہونا چاہیے ویسی نہیں ہے، گھڑی کی عظمت ہے، گھڑی کی قیمت ہے کہ ہر گھڑی ساز کو نہیں دکھلائیں گے، مکہ مکرمہ کی لائی ہوئی گھڑی ہر گھڑی ساز کو نہیں دکھلائیں گے، اس کے لیے اعلیٰ درجے کا گھڑی ساز ہو اور جب قرآنِ پاک کا نمبر آتا ہے تو سستا ہونا چاہیے۔ سستا روئے بار بار مہنگا روئے ایک بار۔ اور قرآنِ پاک کا حق ہے احکام کی متابعت اور اس کی پابندی، اس کے سلسلے میں تو مختصر بیان ہو چکا ہے۔

حدیثِ پاک کے تین حق ہیں

دوسرا جزہے حدیثِ پاک، اس کے بھی تین حق ہیں: اس کی عظمت ہو، محبت ہو، تیسرا حق احکام کی متابعت۔ آج سنّت کے سلسلے میں بھی بڑی غفلت ہوگئی ہے، یہاں ماشاء اللہ خواص کا مجمع ہے وہ خود غور و فکر کرکے فیصلہ کریں، جب خواص کا یہ حال ہے تو عوام کا کیا حال ہوگا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آج ہماری نماز کا معاملہ ہے، نماز پڑھتے ہیں لیکن سنّت کے موافق نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ نماز کی سنتوں کا عِلم کتنا ہے؟ وضو کی سنتیں کتنی ہیں؟ بتانے والے مشکل سے ملیں گے طلباء کے علاوہ، کیوں کہ انہوں نے تو یاد کرلی ہوں گی، اس وقت جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ مجھے نماز کی سنتیں بتلائیں کھڑے ہوکر تو دس روپے انہیں فوراً ہدیہ پیش کروں گا، ابھی پیش کروں گا، بتلاؤ بھائی تم کھڑے ہو جاؤ، نماز کی سنتیں بتلاؤ، کوئی نہیں کھڑا ہوتا، دس روپے کا انعام ہے، اگر تھوڑا ہو تو زیادہ پیش کروں، یہاں اگر کوئی صاحب اعلان کریں اسی قسم کا ہمارے یہاں ہردوئی میں تو ان شاء اللہ بہت سے انعام لینے والے ہوں گے، اب ذرا اسی سے اندازہ کرلو کہ جب نماز کی سنتیں یاد نہیں ہیں تو وضو کی سنتیں کیسے یاد ہوں گی، اور اذان واقامت کی سنتیں کیسے یاد ہوں گی، شادی اور غمی کی سنتیں کیسے یاد ہوں گی؟ ان پر کیسے عمل ہوگا؟ جب مسجد کے اندر سنتیں زندہ نہیں ہیں تو گھروں اور بازاروں میں کیسے زندہ ہوں گی؟ سوچنے کی بات ہے میرے عزیز دوستو! فکر کی بات ہے۔ کوئی مشکل چیز نہیں ہے فکر کی ضرورت ہے۔

اپنی کوتاہی پر نظر ہونا چاہیے

اس وقت ایک لطیفہ یاد آگیا عبرت و نصیحت کے لیے، وہ یہ کہ ایک مرتبہ حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا میرے پاس دو معمر حضرات بھی بیٹھے ہوئے تھے، مغرب کے بعد کا وقت تھا لوگ طواف کررہے تھے، تو یہ حضرات طواف کرنے والوں کے بارے میں گفتگو کررہے تھے کہ دیکھو یہ بھاگ رہاہے یہ غلطی کررہاہے اس قسم کی، میں بھی پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا کہ کچھ میں بھی عرض کردوں، کہنے لگے کہ کہیے، میں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے

آئے ہیں؟ یہ سب جب پوچھ چکا تو میں نے کہا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ کہنے لگے پچپن سال، پھر میں نے پوچھا کہ نماز کس عمر سے پڑھنا شروع کی ہے، کہنے لگے کہ الحمد للہ پندرہ سال کی عمر سے جب سے بالغ ہوا ہوں، برابر پڑھ رہا ہوں، گھر میں دینی ماحول ہے اس کی وجہ سے پابندی شروع سے ہی کر رہا ہوں، ان کے اس جواب سے ماشاء اللہ بہت دل خوش ہوا، میں نے کہا ذرا نماز کی سنتیں سنائیے، دو چار سنتیں سنانے کے بعد اب خاموش، دوسرے صاحب جو اُن سے زیادہ عمر کے تھے، ان سے کہا کہ آپ کچھ سنائیں وہ بھی خاموش، تو میں نے کہا کہ چالیس سال سے آپ نماز پڑھ رہے ہیں، مگر آپ کو نماز کی سنتیں بھی نہیں یاد ہیں تو ان طواف کرنے والے بے چاروں پر کیا اعتراض کرتے ہیں جو پہلی دفعہ طواف کرنے آئے ہوئے ہیں، پہلی بار آئے ہیں، اگر طواف میں غلطی کر رہے ہیں تو ذہن میں رکھو، اگر کوئی غلطی کر رہا ہے تو اس کو نگاہ میں رکھو بعد میں اس کو بتلا دو، حرم شریف میں بیٹھ کر بیت اللہ کے سامنے یہ کام کر رہے ہو، اب تو وہ بڑے شرمندہ ہوئے اور ان کو اپنی غلطی و کوتاہی کا احساس ہوا۔ بات یہ ہے کہ آج ہم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرتے ہیں، نماز دیکھا دیکھی پڑھتے ہیں، اسی طرح اور بھی بہت سارے کام ہیں کہ ہیں تو وہ دین کے کام اور ان کو دینی کام سمجھ کر ثواب کی نیت سے کرتے بھی ہیں، لیکن دوسروں کی نقل اور دیکھا دیکھی، نہ تو ہم کتاب سے عمل ملاتے ہیں اور نہ جاننے والوں سے پوچھتے ہیں اور تحقیق کرتے ہیں۔ یہ غلطی کی بات ہے۔ عمل کو کتاب سے ملاؤ یا جو لوگ جاننے والے ہیں ان سے معلوم کرو اور دریافت کرو تاکہ وہ کام صحیح ہو۔

ایک منٹ کا مدرسہ

ہم کام تو کرتے ہیں اس میں کسی نہ کسی کی نقل ہوتی ہے، لیکن اگر ہم اس کام کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کریں تو کیا ہی کہنا اور اس کے دو فائدے ہوں گے: ایک تو یہ کہ وہ کام ہو جائے گا اچھے طریقے سے، دوسرے یہ کہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ بس تھوڑی سی فکر اور توجہ کی ضرورت ہے کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہو تو یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس کے کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ بس اسی کے مطابق معاملہ کیا جائے، ظاہر ہے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سنتوں کا علم ہو، سنتیں معلوم ہوں، پھر

اس پر عمل ہو گا تو اس کے لیے ایک سہل طریقہ ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو رفتہ رفتہ ساری سنتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ بہت آسان طریقہ ہے۔ میرے دوستو اس کے لیے زیادہ سے زیادہ کتنا وقت دے سکتے ہو (مجمع سے آواز آئی کہ) ایک گھنٹہ (اس پر فرمایا کہ) ماشاء اللہ بہت ہمت والے لوگ ہیں، اچھا بھائی ایک گھنٹہ نہیں بلکہ صرف ایک منٹ دیجیے، اس تھوڑے سے وقت میں جو کہ ایک منٹ کا مدرسہ ہے اس میں ان شاء اللہ سب کو سنتیں معلوم ہو جائیں گی، وہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی مسجدوں میں کسی ایک نماز کے بعد جس میں نمازی بھی زیادہ ہوں اور سہولت بھی ہو، اس نماز کے بعد روزانہ پانچ مضمون سنانے کا سلسلہ رکھا جائے :۱) نماز کی سورتوں، دُعاؤں اور تسبیحات کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ بتایا جاوے۔ ۲) ایک ایک سنت بتلائی جاوے۔ پہلے نماز کے متعلق بتلائی جائے اس کے ختم ہونے کے بعد سلسلہ وار دوسری چیزوں کی سنتیں ایک ایک کر کے بتلائی جائیں۔ ۳) بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک ایک گناہ بتایا جاوے۔ ۴) گناہ کے نقصانات جو ہیں جن کو حضرت والا حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ علیہ نے جزاء الاعمال میں تحریر فرمایا ہے اس میں سے ایک ایک نقصان کو بتایا جائے۔ ۵) طاعات اور نیکیوں کے فوائد جو ہیں ان کا بھی روزانہ ایک فائدہ سنایا جائے یہ بھی جزاء الاعمال میں ہیں، اِن پانچ باتوں میں زیادہ وقت نہیں لگتا ایک منٹ میں سب ہو جائے گا۔

حقیقت اس کو تُو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اپنے یہاں مساجد میں یہ سلسلہ قائم کیا جائے اور اساتذۂ کرام اپنے اپنے مدرسوں میں بچوں کو یہ باتیں بتلائیں اور یاد کرائیں، پھر یہ کہ مسجد میں بڑے لوگ، مدرسے میں بچے جو باتیں سنیں وہ اپنے اپنے گھروں میں عورتوں اور لڑکیوں کو بتلائیں تو اس سے سنّتوں کی اشاعت ہو گی اور سنّتیں زندہ ہوں گی اور سب کو معلوم ہو جائیں گی، جب سیکھنے سِکھانے کا یہ سلسلہ قائم ہو جائے گا ادھر مکاتب کے ذریعے ، ادھر مساجد کے ذریعے تو گندگیاں خود بخود نکلیں گی ظلمت اور تاریکی ختم ہو گی، جب عمدہ صاف پانی پاک پانی پہنچتا ہے تو گندگی وغیرہ سب ختم ہو جاتی ہے، روشنی پہنچتی ہے تو اندھیرا خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے سنّتوں کا اہتمام کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کریں گے تو محبوبیت حاصل ہو گی، کیوں کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ہیں، جب محبوب کی نقل کروگے تو خود بھی محبوب بن جاؤ گے ؎

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تُو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

جب سنّت کی نقل کریں گے تو اس کے برکات حاصل ہوں گے۔

قرآن وسنّت پر عمل کا فائدہ

اس زمانے کے اندر جو لوگ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہیں ان کو کیسی محبوبیت ہے! جنہیں ہم آپ اکابر علماء کہتے ہیں جنہیں مشائخ کہتے ہیں وہی تو لوگ ہیں جو اس پر عمل کرنے والے ہیں کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، پہلے سو فیصد مؤمن کی یہ حالت ہوتی تھی جس کی وجہ سے وہ کتنے محبوب اور کتنے معزز ہوتے تھے، اب بھی اگر چاہتے ہو تو کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑلو، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے محبوبیت عطا فرمائے گا اور دُنیا وآخرت کی عزت نصیب فرمائے گا۔ آپ حضرات کی برکت سے اتنی دیر تک بیان ہو گیا، بات پوری ہو گئی، میں اب اپنے بیان کو ختم کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور کہنے سننے والوں کو راہِ راست پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ہر مسلمان دین اور دنیا کی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے، لیکن اس خواہش کے باوجود نہ تو مجموعی طور پر اس کی دنیا بہتر ہے نہ ظاہری طور پر اس کے اعمال شریعت کے مطابق ہیں جو آخرت میں ناکامی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے جتنے بھی احکام بتائے ہیں ان میں مسلمان کا صرف آخرت ہی کا نہیں دنیا کا بھی فائدہ ہے۔

شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''اصول الفلاح'' میں قرآن و حدیث کے مستند دلائل کی روشنی میں اسلام کے احکامات پر عمل کرنے والے مومنین کی نہ صرف اُخروی بلکہ دنیاوی عزت و اکرام کے بارے میں بھی اس تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو لوگوں میں دین پر عمل پیرا ہونے اور آگے سے آگے بڑھنے کا حوصلہ اور ہمت دیتا ہے۔

www.khanqah.org